ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

محمد عامر سہیل ۞

ادبی تحقیق میں مکتوبات کی موضوعاتی اہمیت

Thematic importance of letters in literary research

By *Muhammad Aamir Sohail, MPhil Scholar, Department of Urdu, Oriental College Punjab University, Lahore.*

ABSTRACT

Letters are the main source for literary research, biography and social history, The importance of letters is attributed to the well-known personality. Celebrity letters have a distinct social and historical status. The letters cover the correspondent's individual problems as well as the collective psychology of the period. Letters are very important literary research, social research and political research. The letters are of equal importance to a literary research and social researcher. Mirza Ghalib, Rajab Ali Sarwer, Maulvi Nazir Ahmad, Sir Sayyed, Abul Kalam Azad, Prem Chand, Allama Iqbal, Hasrat Mohani, Muhammad Ali Johar, Abdulhaq and other literary figures in Urdu literature have literary, political, socioeconomic and religious importance. The letters of the aforementioned are the main source of literature in literary research. The letter has many facets. Literary researcher can get material from them with his research point of view. The author's biography, habits, manners, attitudes and lifestyle can be viewed in private letters. From the political lines one can know his political life, political ideology, political situation and events and the political scenario of the same era,such as Hasrat Mohani and Zafar Ali Khan's letters. For example, Ghalib's letters are a political and social statement of this era. Prison letters revea the prisoner aspect of the author's life, like the letters of Faiz Ahmad Faiz. Letters written to woman (like girlfriend, wife) highlight some aspects of her romantic life, such as

۞ ایم فل اسکالر، شعبۂ اردو، اورینٹل کالج پنجاب یونی ورسٹی، لاہور

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

Shibli and Iqbal's letters. Religious letters can shed light on the author's religious beliefs and ideas,such as those of Abdul Majid Daryabadi, Ahmad Raza Khan Barelvi and Ashraf Ali Thananwi. The letters describe the author's financial situation. So this article will highlight the importance of letters differnet facets. This article will provide thematic explanation of letters in literary research.

Keywords: Letters, Research, Biography, Literary Research, Personal emotions, Mirza Ghalib, Iqbal, Shibli, Political, Prison letters, Literary researcher.

تحقیق محض حق کی تلاش کا نام نہیں بلکہ مختلف ذرائع (مآخذات) سے میسر آنے والی معلومات (حقائق) کا تقابلی بنیادوں پر جائزہ لے کر حتی الامکان اس بات تک جانے کا نام ہے جو زیادہ سے زیادہ مبنی بر صداقت ہو۔ اس کے لیے یہ ضروری نہیں کہ محقق جن معلومات کو حق اور سچ بیان کرے وہ حرفِ آخر ہوں، عین ممکن ہے آئندہ کوئی محقق قوی دلائل کے ساتھ ان کو رد کر دے، ان میں اضافہ کرے یا ترمیم کرے۔ یوں تحقیق نئے سرے سے حقائق کی بازیافت کرنے، موجود سچائیوں کی تصدیق کرنے، انھیں رد کرنے یا توسیع دینے سے تعلق رکھتی ہے۔ ایک محقق اپنے موضوع کے ساتھ اس وقت تک انصاف نہیں کر سکتا جب تک وہ مختلف ذرائع سے ملنے والی معلومات (مواد) کی جانچ پرکھ کر کے اپنی کوئی رائے نہیں بنا لیتا۔ مختلف ذرائع سے ملنے والے مواد کو جوں کا توں لکھ کر محض معلومات کی فراہمی کی جا سکتی ہے، تحقیق کا فریضہ انجام نہیں دیا جا سکتا۔ اس لیے ضروری ہے محقق اپنے موضوع کے متعلق جملہ ذرائع سے مواد اکٹھا کرے، ان کا تقابلی جائزہ لے، داخلی و خارجی شواہد پر کڑی نگاہ رکھے، اس کے بعد کوئی رائے قائم کرے لیکن اپنی رائے قائم کرتے ہوئے اسے جہاں معروضیت کا خیال رہے وہاں تحقیق کے مزید راستے کھلے رکھے۔ یاد رکھنے کی بات یہ ہے کہ تحقیق میں محقق اپنی یقینی رائے کسی ایک ذریعہ (ماخذ) پر انحصار کر کے نہ قائم کرے بلکہ دیگر ماخذات سے رجوع کر کے حتی الامکان تصدیق کر لے۔

کسی تحقیقی منصوبے یا کام کی اہمیت محقق کے تحقیقی و تنقیدی شعور کے ساتھ اس بات میں مضمر ہے کہ اس نے کن ذرائع اور ماخذات سے استفادہ کر کے (نیز ان کا حوالہ دے کر) اپنی بات کو تقویت دینے کی کوشش کی ہے۔ محقق قیاس/ اندازہ پر یقین نہیں رکھتا بلکہ منطقی بنیادوں پر دلائل کے ساتھ اپنی رائے کو پیش کرتا ہے۔ بقول ڈاکٹر گیان چند جین:

ریسرچ ایک حقیقت پنہاں یا حقیقت مبہم کو افشا کرنے کا باضابطہ عمل ہے۔ اور اسی

ISSN: 2519-6332 (Print),   ISSN: 2708-1915 (Online)

> تعریف سے تحقیق کا مقصد بھی صاف ہو جاتا ہے۔ نامعلوم یا کم معلوم کو جاننا، یعنی جو حقائق ہماری نظروں کے سامنے نہیں ہیں انھیں کھوجنا، جو سامنے تو ہیں لیکن دھندلے ہیں ان کی دھند دور کر کے انھیں آئینہ کر دینا... جہاں تک اردو کی ادبی تحقیق کا تعلق ہے اس کا بھی یہی مقصد ہے کہ جن مصنّفین، جن ادوار، جن علاقوں، جن کتابوں اور متفرق تخلیقات کے بارے میں کم معلوم ہے ان کے بارے میں مزید معلومات حاصل کی جائیں۔ ان کے بارے میں اب تک جو کچھ معلوم ہے اس کی جانچ پڑتال کر کے اس کی غلط بیانیوں کی تصحیح کر دی جائے۔ تا کہ غلط مواد کی بنا پر غلط فیصلے صادر نہ کر دیے جائیں۔[۱]

ادبی محقق مختلف ذرائع سے مواد کو جمع کرتا ہے۔ وہ ذرائع ماخذات کہلاتے ہیں۔ ماخذات کا تعلق موضوع کی نوعیت کے ساتھ ہوتا ہے۔ موضوع بدلنے سے ماخذات بدل جاتے ہیں۔ مثلاً جو بنیادی ماخذ ہے وہ کبھی ثانوی ماخذ بن جاتا ہے اور جو ثانوی ماخذ ہے وہ کبھی بنیادی ماخذ بن جاتا ہے۔ اس لیے یہاں بنیادی یا ثانوی ماخذ کی تخصیص کے بجائے اہم ماخذات کا ذکر کے خطوط بطور وسیلہ تحقیق کو موضوع بنایا جائے گا۔ ماخذات میں کسی مصنف کی جملہ ذاتی تخلیقات، ادبی مخطوطے، ڈائریاں، بیاضیں، تذکرے، سفرنامے، اس عہد کی دیگر تخلیقات، تزکات و ملفوظات، کتبے، سوانح عمریاں، آپ بیتیاں، ادبی رسائل و جرائد، اخبارات، انٹرویو، روزنامچے، تاثراتی تحریریں، یادداشتیں، ادبی انجمنوں کے ریکارڈ، غیرادبی تواریخ (سیاسی و سماجی حالات کا ذکر) اور خطوط شامل ہیں۔ محقق مذکورہ جملہ ماخذات سے استفادہ کر کے ہی کسی حتمی رائے تک پہنچ سکتا ہے، ان ماخذات سے استفادہ تحقیقی وتنقیدی شعور کے ساتھ ممکن ہے۔ ہر ماخذ کی اپنی حیثیت اور اہمیت ہے۔ لیکن اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ محقق کسی ایک ماخذ کی معلومات کو حتمی سمجھ کر دیگر ماخذات سے آنکھ چرا لے۔

تحقیق میں دیگر ماخذات کی طرح مکتوبات کی بڑی اہمیت ہے، مکتوبات تحقیقی موضوع کی نوعیت کے مطابق کبھی بنیادی اور کبھی ثانوی ماخذ کی حیثیت اختیار کر سکتے ہیں دونوں صورتوں میں مکتوبات سے حاصل ہونے والی معلومات قابل توجہ سمجھی جائیں گی۔ اگر کسی شخصیت کی سوانح پر کام کرنا ہے تو مکتوبات بنیادی ماخذ قرار پائیں گے، کسی عہد کی سیاسی وسماجی تاریخ لکھنی ہے تو بھی مکتوبات کی حیثیت بنیادی ماخذ کی رہے گی۔ اگر کسی شاعر کے شعری متن کی تفہیم مقصود ہو تو اس شاعر کے مکتوبات ثانوی ماخذ اختیار کر جائیں گے (اگر اس کے مکتوبات میں اس کی شاعری کا حوالہ موجود ہے تو) محقق کو موضوع کی نوعیت کے مطابق مکتوبات کی بنیادی یا ثانوی حیثیت کا تعین کرنا

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

پڑے گا۔ ادبی تحقیق یا سماجی تحقیق دونوں میں مکتوبات اہم ماخذی ذریعہ ہیں۔ ''مکتوب'' دو افراد کے درمیان وسیلہ ابلاغ ہے۔ مکتوب نگار اپنے حالات، اپنی ضروریات، احساسات، جذبات، تاثرات، میلانات، رجحانات، خواہشات، تعصّبات، تحفظات اور مسائل و تکلیف سے مکتوب الیہ کو آگاہ کرتا ہے۔ یوں مکتوب نگار بالواسطہ یا بلاواسطہ مکتوب الیہ کو اپنی ذات سے جڑے دیگر معاملات مثلاً سیاسی سماجی، معاشرتی، تہذیبی اور مذہبی سے بھی آگاہی دے رہا ہوتا ہے۔ خط نگار مکتوب میں آزادانہ خیالات کا اظہار کرتا ہے۔ یوں ایک سطح پر آ کر خط رسمی ہوتے ہوئے بھی غیر رسمی بن جاتا ہے۔ خط نگار کے سامنے ایک شخص (مکتوب الیہ) ہوتا ہے۔ کوئی ایک خط جملہ معاملات کی عکاسی کے لیے ناکافی بھی ہوسکتا ہے۔ اس لیے کہ مکتوب میں خط نگار کے ضروری نہیں کہ وہ مکتوب الیہ کو ہر معاملے سے باخبر کرے، اسے مکتوب الیہ سے اپنے تعلق کی نوعیت کا اندازہ ہوتا ہے اس لیے وہ کئی باتیں نہیں کر سکتا یا کہتے کہتے رہ جاتی ہیں۔ کہنے کا مقصد یہ ہے کہ ایک خط سے ایک شخصیت کا مکمل اندازہ لگانا مشکل ہے۔ مکتوبات میں یقینی طور پر شخصیت کا کھل کر اظہار ہو جاتا ہے لیکن اردو میں بعض خط شائع کروانے کی غرض سے لکھے گئے محققین کے نزدیک غالبؔ نے بھی شائع کروانے کی غرض سے آخر میں خط لکھے۔ کسی عہد میں رونما ہونے والے تاریخی واقعات کو معلوم کرنے، ان کو جانچنے اور ان کی صداقت کو دیکھنے کے جملہ دیگر ماخذ کے ساتھ مکتوبات کی اہمیت مسلم ہے۔ بقول خلیق انجم، ان واقعات کے لوگوں پر اثرات، لوگوں کے ردِ عمل، لوگوں کی ان واقعات کے متعلق غیر جانب دارانہ رائے کے معلوم کرنے کے لیے خطوں، روزنامچوں اور آپ بیتیوں کا مطالعہ ناگزیر ہے۔ وہ تحریر جو منظرِ عام پر آنی ہو اس میں مصنف حقائق کو چھپا سکتا ہے، ان میں تبدیلی یا کمی بیشی لا سکتا ہے، حقائق کو مسخ کر سکتا ہے اور حقائق کو رد کر سکتا ہے لیکن مکتوب چوں کہ دو افراد کے درمیان خفیہ اور نجی گفتگو (تحریری) ہے اس لیے خط نگار اپنا اظہار بڑے واضح اور بلیغ انداز میں کرتا ہے اور یقیناً خط میں دی گئی رائے، واقعات کے بیان اور حالات کے اظہار کا تعلق زیادہ سے زیادہ سچائی کے ساتھ ہوتا ہے، ہم دیکھتے ہیں کہ غالب نے ۱۸۵۷ء کے بعد ''دستنبو'' لکھی اس میں حقائق کو مسخ کیا گیا، چھپایا گیا اور انگریزوں کی طرف داری کی گئی، دلّی کے حالات درست نہیں بتائے گئے، اس کے برعکس غالب کے خطوط میں انگریزوں کے ظلم و ستم، مسلمانوں کی حالت اور دلّی کی حالت زار کو کھل کر بیان کیا گیا ہے۔

ادبی شخصیات کے خط کئی حوالوں سے اہمیت رکھتے ہیں۔ ڈاکٹر محمد سرفراز اس کی یوں وضاحت کرتے ہیں:

> ادبی خط لکھنا فن ہی نہیں بلکہ فن کی ایک باریک اور نازک قسم ہے جس میں نہ صرف خط نگار اپنی شخصیت کے مختلف زاویوں سے پردہ سرکاتا اور خودنوشت کے

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

تجربے سے گزرتا ہے بلکہ اپنے عہد کے اہم قومی، ادبی، معاشرتی اور سیاسی مسائل پر بھی قلم اٹھاتا ہے اور ایک پورے عہد کی تاریخ قلم بند کرنے کا فریضہ انجام دیتا ہے۔ اہلِ قلم اور تخلیقی شخصیات کے خطوط کی یوں بھی بے حد اہمیت بنتی ہے کہ خطوط کے تناظر میں ان کی تخلیقی شخصیت کو دریافت کرنے کے ساتھ ساتھ ان کی تخلیقات کا پس منظر، نظریات کا سراغ اور مختلف مراحل میں رو بہ عمل آنے والے واقعات و حالات کا مطالعہ بھی کیا جا سکتا ہے۔(۲)

خط میں مکتوب نگار وہ باتیں کہہ دیتا ہے جو اپنی دیگر تخلیقات میں نہیں کہہ سکتا لیکن وہ مکتوب الیہ سے اپنے تعلق/ رشتے/ ناطے/ واسطے کو ضرور ذہن میں رکھ کر خط لکھ رہا ہوتا ہے۔ اس بات کا خیال رکھنا ادبی محقق کے لیے بہت ضروری ہے، مکتوب الیہ کے بدلنے سے خط کا اسلوب، اندازِ بیان، اندازِ تخاطب، لفظیات، موضوع اور طرزِ ادا و اظہار بدل جاتا ہے۔ یعنی ایک طرح سے خط نگار بھی اپنے حالات و واقعات کے بیان میں مکتوب الیہ سے تعلق کی بنا پر پابند ہوتا ہے کہ اسے کون سی بات کس سے کہنی ہے یا کون سی بات کس سے نہیں کہنی۔ مکتوب سے بطور حوالہ اپنی بات کی تصدیق کرنے کے لیے محقق کو ان لوازمات، سائل و مشکلات سے باخبر رہنا چاہیے۔ نیز محقق کو یہ بھی دیکھنا چاہیے کہ:

خط کا اندازِ تخاطب جہاں دو افراد کے ذاتی تعلق اور مراتب باہمی کا تعین کرتا ہے وہیں اپنے عہد کے سماجی اور تہذیبی رویوں کو بھی قاری کے سامنے لے آتا ہے۔ خط کا لب و لہجہ اگر ایک طرف مکتوب نگار کی داخلی کیفیات کا آئینہ دار ہوتا ہے تو دوسری طرف اہلِ نظر کے نزدیک اپنے عہد اور معاشرت پر خارجی تبصرہ بھی۔(۳)

خط کی بے شمار جہتیں ہیں جن کو زیادہ سے زیادہ بامعنی بنانا، انھیں دریافت کرنا اور ان کو اخذ کر کے پیش کرنا محقق کے تنقیدی شعور پر منحصر ہے۔ محقق انتہائی ذاتی نوعیت کے خطوط سے کسی طرح زبان کو دریافت کرتا ہے، کس طرح وہ جذبات کو پہنچاتا ہے، کس طرح نفسیاتی تجزیہ کر سکتا ہے اور کس طرح انھیں ترتیب میں لا کر اس شخصیت کے عمومی مزاج کا تعین کر سکتا ہے۔ خط میں بہت کچھ عیاں ہوتا ہے لیکن اس سے زیادہ پنہاں ہوتا ہے جس تک رسائی حاصل کرنا محقق کے لیے ضروری ہے۔ خط کے خارجی شواہد سے لے کر داخلی شواہد تک کو پہنچانا محقق کے لیے ناگزیر ہے۔ اگر کوئی محقق خط میں سے کوئی اقتباس نقل کر کے اس کو اپنی بات کے مضبوط بنانے میں، یا بطور دلیل اقتباس پیش کرنے میں، ضرورت محسوس کرتا ہے تو وہ اس بات کو دیگر ماخذات سے بھی جانچ لے۔ محض ایک

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

رائے (جو خط سے لی جارہی ہے) سے اتفاق کر کے اسے حرفِ آخر نہ سمجھ لے۔

محقق کے لیے خطوط موضوعات، اسلوب، زبان اور ادب کے لحاظ سے اہمیت کے حامل ہیں۔ وہ محقق کے لیے ادبی، مذہبی، سماجی، لسانی، سیاسی اور تاریخی و سماجی موضوعات دیتے ہیں۔ خطوط چاہے جس شخصیت کے ہوں ان کی ضرورت و اہمیت ہر مورخ کے لیے ہوتی ہے وہ ادبی ہو یا سیاسی، تاریخی ہو سماجی، مکاتیب کی جامعیت اور وسعت کے بارے میں سید نصرت بخاری رقم طراز ہیں:

> تمام محققین، نقاد، ادیب اور دانش ور اس بات پر متفق ہیں کہ خطوط اپنے اندر اتنی جامعیت اور اتنی وسعت رکھتے ہیں کہ ایک عہد کے خطوط میں اس وقت کا پورا عہد سانس لے رہا ہوتا ہے۔ اس عہد کی زبان، علم و ادب، ذرائع معاش، بیماریاں، علاج معالجہ، معاشرتی تقاضے، تہذیب و ثقافت، رسوم و رواج، سیاسی و مذہبی منظر نامہ، جغرافیہ، لوگوں کا طرزِ زیست، میلانات، رزم و بزم، حکمرانوں کا طرزِ بود و باش و اندازِ حکمرانی، زمانے کی کروٹیں غرض زندگی کا کوئی پہلو نہیں جس کی تصویر خطوط میں نظر نہ آتی ہو۔ منظر نگاری کی اس پیش کش میں مکتوب نگار کی شعوری کوشش شامل نہیں ہوتی بلکہ مکتوب میں یہ باتیں اپنا وجود خود پیدا کرتی ہیں اگر مکتوب نگار عالم ہے تو وہ اپنے عہد کے وہ علوم، جن پر اس کو دسترس حاصل ہے، کو محفوظ کرنے کے ساتھ ساتھ ان کی صراحت کے علاوہ ارتقا کے مراحل سے ہمیں آگاہ کر دیا ہے اور اگر خط لکھنے والا کوئی مذہبی سکالر ہے تو وہ اپنے خط میں اس وقت کی مذہبی صورت حال، مذہبی تفصیلات، علما کے مابین اختلافات اور لوگوں کی وسعتِ قلبی و تنگ نظری کی روداد قلم بند کر رہا ہوتا ہے اور اگر وہ شاعر یا ادیب ہے تو اپنے اسلوب نگارش کے ساتھ ساتھ اپنے زمانے کے ادب، ادب و ادیب کے مسائل، ذاتی معلومات، مروجہ ادبی تحاریک، تحقیقی اصولوں اور تنقیدی رویوں کا غماز ہوتا ہے۔ اگر وہ موسیقار ہے تو اس کے قلم سے موسیقی کے اسرار و رموز پھوٹ رہے ہوتے ہیں۔ (۴)

ہمارے نزدیک چوں کہ ادبی تحقیق ہے اس لیے ہم ادبی شخصیات کے خطوط کا ذکر کریں گے کہ آیا ادبی مورخ، ادبی سوانح نگار اور ادبی محقق و نقاد ان مکاتیب کو کن جہات، موضوعات، تناظرات اور سیاق و سباق کے تحت بطور ادبی ماخذ استعمال میں لا سکتا ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ خط میں خط نگار کی شخصیت، عادات و اطوار، اس کا

ISSN: 2519-6332 (Print),   ISSN: 2708-1915 (Online)

زمان و مکان، اس کے حالات، گھریلو مسائل سے لے کر داخلی مسائل تک، آسانیوں سے مشکلات تک، جذبوں سے محبتوں تک، فکر سے افکار تک، نظریات سے تصورات تک اور تعصّبات سے تعلقات تک کا پتا چلتا ہے، اس کے ساتھ اس عہد (جس عہد میں خط لکھا گیا) کی ادبی صورت حال، ''تصنیف کا زمانہ، ماحول، سیاسی، سماجی، مذہبی، ثقافتی اقتصادی اور تمدنی حالات و تحریکات کا کسی نہ کسی پہلو سے علم ہوتا ہے بلکہ خط نگار کے عہد بہ عہد ذہنی ارتقا، اس کی فکری تبدیلیاں (وابستگیاں) اس کی نجی زندگی کے نشیب و فراز اور تاریخی تسلسل کا اندازہ ہوسکتا ہے۔(۵) ادبی شخصیات کے خطوط سے ان کے سیاسی میلانات، مذہبی عقائد و رجحانات، معاصرین کے حوالے سے نقطۂ نظر، ذاتی سیرت کے پہلو، ان کے نفسیاتی مسائل، جذباتی رویے، گھریلو مسائل، معاصر سماجی و معاشرتی حالات و واقعات، معاشی خدوخال اور ان کی ذاتی صحت کا حال، آئندہ کے منصوبہ جات، کسی کو دیے گئے مشورے، مکتوب الیہ سے طلب کی گئی رائے اور اس طرح کے جملہ مسائل و معلومات محقق کو میسر آتی ہیں جو صاف ظاہر ہے اس مصنف کی تخلیقات میں پیش نہیں کی گئی ہوتیں۔ مکاتیب کی سب سے بڑی خصوصیت ان میں پائی جانے والے حتی الامکان سچائی، صداقت اور اصلیت ہے۔

ادبی شخصیت کی سوانح اور آپ بیتی لکھنے کے لیے محقق کے لیے سب سے بڑا اور بنیادی ماخذ اس شخصیت کے مکاتیب ہیں، خط میں وہ شخصیت اپنے انفرادی معاملات سے لے کر اجتماعی معاملات تک، احساسات سے لے کر جذباتی رویوں تک اور داخلی مسائل سے لے کر خارجی تعلقات تک شامل ہوتی ہے، خط میں بعض دفعہ اس شخصیت کی پیدائش، ابتدائی رہائش آباؤ اجداد، موجودہ رہائش کا تعین ہوتا ہے۔ اور کبھی بین السطور اس کی اولاد، بیوی اور دیگر تعلقات ظاہر ہو جاتے ہیں۔ اس شخصیت کے عمل سے لے کر ردعمل تک، مزاج، رویے اور اندازِ بیان تک کا سب سے بڑا ماخذ مکتوبات ہی ہیں۔ مکاتیب سے اس شخصیت کے سماجی روابط، اسفار، عائلی زندگی، عاشقانہ زندگی، اس کی خواہشات اور آدرشیں، اس پر بیتے حالات کا پتا چلتا ہے۔ یہیں سے مکاتیب کا تعلق آپ بیتی سے جا ملتا ہے، لیکن آپ بیتی میں ٹھہراؤ، خود پر حالات واقعات کا شعوری بیانیہ ہوتا ہے، اس میں سوانحی حالات زمانی ترتیب سے بیان کیے جاتے ہیں، بعض دفعہ جانب داری بھی ہو جاتی ہے، جس سے واقعات کی حقیقت مسخ ہونے کا خدشہ ہوتا ہے لیکن مکتوب میں ہنگامی نوعیت کے تحت مختصر انداز میں اپنا حال بیان کیا جاتا ہے جس میں آپ بیتی کی طرح اجتماعی نہیں بلکہ انفرادی مکالمہ ہوتا ہے۔ آپ بیتی شائع ہونے کی غرض سے لکھی جاتی ہے جس میں بہت سے معاملات سے دب جاتے ہیں کیوں کہ اس کی حیثیت مکالمہ کی نہیں بلکہ پیش کرنے کی ہے جب کہ خط کی حیثیت صرف مکتوب الیہ تک بات پہنچانے کی ہے، اس لیے آپ بیتی کی نسبت خط زیادہ حقائق، صداقت اور سچ کے قریب شمار کیا جاتا ہے۔ مکاتیب کی سوانحی حیثیت کے بارے میں ڈاکٹر معین الدین عقیل لکھتے ہیں:

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

> تاریخ نویسی کی روایت کے پیشِ نظر جب معیاری سوانح نگاری کا ہمارے ہاں آغاز ہوا تو متعلقہ فرد کے لکھے ہوئے مکاتیب اور ساتھ ہی اس کے احباب و اعزا سے اس کی باہمی مراسلت، یہاں تک اس کے معاصرین کی ایسی مراسلت بھی جو چاہیے اس فرد سے ربط و رشتہ رکھتے ہوں یا نہ رکھتے ہوں، اگر ان کی باہمی مراسلت میں بھی اس فرد کا ذکر یا حوالہ کسی طور پر آیا ہو، تو ایسے متعلقہ مکتوب کو بھی اس فرد کے مطالعے کے لیے ایک مآخذ سمجھنا چاہیے، یہی سبب ہے کہ ہمارے ہاں ہمارے متعدد مشاہیرِ تاریخ و سیاست اور اکابر ادب کے بھی بہترین سوانحی اور شخصی مطالعے مکاتیب کو بنیادی ماخذ کے طور پر استعمال کر کے مکمل کیے گئے ہیں۔[(۶)]

رجب علی بیگ سرورؔ، غالبؔ، شبلیؔ، حالیؔ، اقبالؔ، آزادؔ، ندیم قاسمی، عبدالحق کے خطوط ایسے ہیں جن سے ان کی سوانح یا آپ بیتی ترتیب دی جا سکتی ہے۔ اور محققین نے مکاتیب سے چند ادبی شخصیات کی آپ بیتیاں اور سوانح عمریاں مرتب کرنے کی کامیاب کوششیں کی ہیں۔ ڈاکٹر خالد ندیم نے غالبؔ، شبلیؔ اور اقبالؔ کی آپ بیتیاں ان کے مکاتیب سے ہی ترتیب دی ہیں۔ ڈاکٹر تنویر احمد علوی نے خطوط کی روشنی میں ''غالب کی سوانح عمری'' اور نثار احمد فاروقی نے بھی غالب کی آپ بیتی ترتیب دی ہے۔ اس کے علاوہ اردو میں لکھی جانی والی بہت سی سوانح عمریاں مکاتیب کی مرہونِ منت ہیں۔

رجب علی بیگ سرور کے خطوط سے ان کی زندگی کے اہم خدوخال، معاشی تنگ دستی، اسفار تعصّبات، تعلقات، نجی مسائل و مشکلات، ذہنی و قلبی تاثرات، غربتِ افلاس سامنے آ جاتی ہیں۔ اس طرح خطوط سے شخصیت کے معاشی مسائل کا اندازہ ہوتا ہے کہ وہ زندگی کے شب و روز کس طرح بسر کرتا ہے۔ ادبی شخصیات کے ناموں اور ان کے آبا و اجداد کے بارے میں مسائل ہوتے ہیں اور افواہیں ہوتی ہیں۔ خط میں اس طرح کے مسائل کا حل مل جائے تو ادبی محقق کے لیے آسانی رہتی ہے۔ احمد ندیم قاسمی کے خطوط سے ان کے اصل نام، آبا و اجداد اور آبائی علاقے کا پتا چلتا ہے۔ نجی سوانحی مسائل و مشکلات کے حوالے سے مذکورہ دو مثالوں سے یہ بتانا مقصود تھا کہ خطوط سوانح نگار اور آپ بیتی مرتب کرنے میں کس طرح معاون ثابت ہو سکتے ہیں۔ یہ طے ہے کہ ''خطوط میں انسان کی شخصیت بے حجاب ہوتی ہے اور اس کی باطنی کیفیات تک کے خدوخال ابھرتے ہیں یہی وجہ ہے کہ خطوط نہ صرف سوانح بلکہ سیرت نگاری کے لیے بھی خام مواد فراہم کرتے ہیں یہاں خطوط کو خام مواد اس لیے کہا گیا ہے کہ صاحب مطالعہ کے لیے لازم ہے کہ وہ خطوط سے ضرورت کی چیزیں اخذ کر کے ان کو اپنے انداز اور طرزِ تحریر کرے ورنہ بصورت دیگر سوانح عمری میں خطوط کی حیثیت اخبار تراشوں سے زیادہ نہیں ہو سکتی۔''[(۷)]

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

مکاتیب اپنے عہد کی سیاسی و سماجی صورت حال کا غیر جانب دارانہ اظہار ہوتے ہیں۔ ان میں پورا عہد بولتا ہے۔ اس عہد کا سماج، سماجی پابندیاں، سماجی تعلقات، سیاسی حالات، سماجی روابط، سماجی تغیرات، سماجی رسوم و رواج، معاشرتی گروہ بندیاں اور بدلتے سماجی رویے خطوط سے عیاں ہوتے ہیں۔ لہٰذا کسی بھی موضوع کے متعلق، محقق کے لیے اس عہد جس کی وہ تاریخ لکھ رہا ہے، مکاتیب سے استفادہ کرنا ناگزیر ہے، خطوط کی داخلی شہادتوں کو مدنظر رکھنا محقق یا مؤرّخ کے ذمے ہوگا۔ سماجی مورخ کے لیے اس عہد کی نمائندہ شخصیات کے مکاتیب مطالعہ کرنا ضروری ہیں۔

ان نمائندہ شخصیات میں ادبی شخصیات کے خطوط سرفہرست ہیں کیوں کہ ادیب دیگر لوگوں سے زیادہ باریک بینی سے مشاہدہ کر کے بیان دینے کی اہلیت رکھتے ہیں۔ ادبی مؤرّخ ہو یا سیاسی و سماجی مورخ اس کے سامنے اس عہد کے مکاتیب بنیادی ماخذ کا درجہ رکھتے ہیں۔ خطوط کی سیاسی، تاریخی اور سماجی اہمیت کے حوالے سے شاداب تبسم رقم طراز ہیں:

> فن تاریخ نویسی کے نقطہ نظر سے خطوط کی اہمیت ہمیشہ باقی رہے گی۔ کوئی مورخ اس عہد میں لکھے گئے خطوط کو نظرانداز نہیں کر سکتا جس عہد کی وہ سیاسی اور سماجی تاریخ مرتب کرنا چاہتا ہے... خطوط کے متعدد مجموعے ایسے ہیں جن کے ذریعے ۱۸۵۷ء کے سانحات کی مکمل تاریخ ترتیب دی جا سکتی ہے۔ (۸)

رجب علی بیگ سرورؔ کے خطوط سے بابری مسجد کا مسئلہ، نواب واجد علی شاہ اور ان کی بیگمات کے خطوط سے اس وقت کے لکھنؤ کی سیاسی حالت جب انگریز قبضہ کر رہے تھے، غالبؔ کے خطوط سے اُجڑی دلّی کا حال، مسلمانوں اور عوام پر انگریزوں کا ظلم، مغلیہ حکومت کی معاشی و انتظامی بدحالی، سرسید کے خطوط سے کانگریسی چالیں، ان کے سیاسی نظریات، مسلمانوں اور انگریزوں کے درمیان مفاہمتی پالیسی کی کوشش، سرسیّد کے دیگر تعلیمی، مذہبی اور اخلاقی تصورات، مولوی عبدالحق کے خطوط سے قیام پاکستان کے واقعات و اسباب، قیامِ پاکستان کے بعد پاکستان کے ابتدائی مسائل و مشکلات، انجمن کی روداد یں، پریم چند کے خطوط سے اس عہد میں استحصال زدہ عوام کی حالت، تاریخی اور سیاسی واقعات کا بیان، علامہ اقبال کے خطوط سے مسلم لیگ کی حالت، مسلمانوں کے زوال کے اسباب، ان کے سیاسی نظریات، تصورات، سیاسی لوگوں سے تعلقات کی نوعیتیں بالخصوص قائداعظم سے، مولانا ظفر علی خان کے خطوط سے مسلمانوں سے محبت اور مولانا حسرت موہانی کے خطوط سے مغربی سامراجی قوتوں کے خلاف احتجاج پایا جاتا ہے، مولانا محمد جوہر کے خطوط سے مسلمانوں کے زوال کے اسباب اور پھر مسلم

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

قوم کی ترقی کی آرزو نظر آتی ہے، فیض احمد فیضؔ کے خطوط ''صلیبیں مرے دریچے میں'' ایم ڈی تاثیر، سجاد ظہیر، بیدی، سعادت حسن منٹو اور رشید احمد صدیقی، آل احمد سرور کے خطوط سے سیاسی وسماجی حالات و واقعات بہ آسانی میسر آسکتے ہیں۔ لہٰذا کوئی ادبی و سیاسی محقق و مورخ ان کو نظر انداز نہیں کر سکتا۔ ان کی حیثیت بنیادی ماخذ کی ہے۔

خطوط سیاسی و سماجی حالات کے ساتھ اس عہد کی اجتماعی صورت حال کا بیانیہ ہوتے ہیں۔ مکاتیب کی تاریخی اہمیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ غالب، سرسید، نذیر احمد، ابوالکلام آزاد، اقبال، حسرت، محمد علی جوہر، ظفر علی خان اور قائد اعظم کے خطوط اس عہد کی تاریخ ہیں۔ خطوط کی تاریخی حیثیت کے حوالے سے خواجہ احمد فاروقی لکھتے ہیں:

> خطوط کی دوسری خوبی یہ ہے کہ ان سے ہم تاریخی معلومات حاصل کر سکتے ہیں حقیقت یہ ہے کہ ڈائری، خودنوشت اور خطوط سے جتنے مستند تاریخی معلومات حاصل ہو سکتے ہیں۔ اتنے کسی اور ذریعے سے نہیں معلوم ہو سکتے۔ (۹)

سیاسی راہنماؤں، ادیبوں، دانشوروں اور مذہبی عالموں کے علاوہ دیگر شعبوں سے منسلک جید لوگوں کے خطوط تاریخی اہمیت کے حامل ہوتے ہیں۔ ان سے استفادہ محقق کے لیے ازبس ضروری ہے۔

خطوط کی ادبی حیثیت بھی مسلم ہے جس کی مختلف جہات ہیں۔ ان میں شاگردوں کی اصلاح، ذاتی حالات و واقعات سے آگاہی، معاصرانہ چشمک کا بیان، غیر جانب دارانہ تنقید، لسانی اہمیت، زبان و بیان کی رنگینی (اسلوب)، اپنی پسند و ناپسند کا اظہار اور اس ادبی شخصیت کی نفسیاتی الجھنوں سے نقاب کشائی ہے۔ انھی خطوط سے مصنف کی ذاتی تخلیقات کے اسباب، محرکات اور وجوہات کا پتا چل جاتا ہے۔ خطوط کی ادبی معنویت کے حوالے سے ڈاکٹر نسرین مختار بصیر کا کہنا ہے:

> شعرا و ادبا، محققین و نقاد، اساتذہ و مصنّفین کے مکتوبات بھی خصوصاً قابل ذکر ہیں کیوں کہ ایسے تجربات جو انھیں تحقیقی، تنقیدی، تدریسی اور تخلیقی مراحل طے کرنے میں حاصل ہوتے ہیں۔ ان کا پرتو ان واقعات میں بھی دیکھا جا سکتا ہے۔ کہیں وہ اپنے شاگردوں کے تحقیقی و تنقیدی مضامین، افسانہ و ناول اور شاعری پر اصلاح کرتے اور رائے دیتے نظر آتے ہیں اس سے ان کے مطالعے کی گہرائی، علمی لیاقت، ادبی ذوق اور ناقدانہ بصیرت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے نیز ان کے اپنے زاویہ نگاہ و نقطہ نظر کا تجزیہ بھی ممکن ہے۔ (۱۰)

خطوط سے اس عہد کی زبان کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ ماہرین لسانیات زبان زبانی کے ارتقا، اس کے رسم

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

الخط اور املا پر تحقیق کرتے ہوئے خطوط کو بروئے کار لا سکتے ہیں۔ غالب نے اپنے مکاتیب میں جس زبان اور طرز ادا کو برتا وہ خطابیہ اور بے تکلفانہ لفظیات سے مملو ہے۔ نذیر احمد کے خطوط میں بقول شاداب تبسم ہندی کی چاسنی، انگریزی کی راستی اور عربی کا جوشیلا پن ہے۔ نیز وہ اپنے خطوط میں قواعد لکھنا سکھاتے، زبان کی اصلاح کرتے اور ہر زبان کی صرف ونحو پڑھاتے نظر آتے ہیں۔ غالب کی نثر میں فارسی اور انگریزی زبان کے الفاظ در آئے ہیں۔ مولانا ابوالکلام آزاد کی نثر عربی الفاظ سے مزین ہے۔ ان کا انداز خطیبانہ ہے۔

مرزا غالب کے خطوط میں شاگردوں کی اصلاح، اپنے اشعار کی تشریح، تذکیر و تانیث کے مباحث، اردو اور فارسی حروف تہجی پر گفتگو، اردو، ہندی، عربی اور فارسی املا پر اظہار خیال غرض نثر کی اقسام کا بھی ذکر کیا ہے۔ غالب چودھری عبدالغفور سرور کے خط میں لکھتے ہیں:

> بندہ کی تحقیقات یہی ہے کہ نثر تین قسم پر ہے:
>
> مقفّٰی: قافیہ ہے اور وزن نہیں۔
>
> مرجز: وزن ہے اور قافیہ نہیں۔
>
> عاری: نہ وزن ہے نہ قافیہ۔
>
> مسجع ہی مقفّٰی ہے دونوں فقروں میں الفاظ ملائم اور مناسب وگروہوں۔ (۱۱)

اسی طرح سرسید، شبلی، حالی، آزاد، نذیر، داغ، اقبال اور دیگر ادبی شخصیات کے خطوط نیز مہدی افادی اور پریم چند وغیرہ کے خطوط میں ادبی نظریات، ادبی تحریکوں، شاگردوں کی اصلاحیں ذاتی جذبات، جدید اردو شاعری اور تنقیدی نظریات کے حوالے سے اہم ہیں۔

خطوط کی مذہبی اہمیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا ہے۔ یہ ایک طرح سے ادبی شخصیات کے مذہبی عقائد اور رجحانات سے پردہ اٹھاتے ہیں تو دوسری طرف مذہبی شخصیات کے دیے گئے فتوؤں کو بیان کرتے ہیں۔ ادبی شخصیات سے مذہبی عقائد کے حوالے سے غالب، سرسیّد، نذیر، حالی، شبلی، اقبال، مولانا آزاد اور مولانا عبدالماجد دریاآبادی کے خطوط اہم ہیں جب کہ دینی شخصیات کے ذیل میں شاہ ولی اللہ، سیّد احمد شہید، مولانا شبیر احمد عثمانی، محمود الحسن دیوبندی، مولانا شرف علی تھانوی، مولانا احمد رضا خاں بریلوی، پیر مہر علی شاہ، مفتی محمود، مولانا عبیداللہ سندھی، پیر جماعت علی شاہ، عطا اللہ شاہ بخاری اور مولانا مودودی کے خطوط اہم ہیں۔ مذکورہ دینی شخصیات کے خطوط سیاسی، سماجی، مذہبی، تعلیمی، اخلاقی، اصلاحی اور بالخصوص مذہبی حوالے سے بنیادی ماخذ کا درجہ رکھتے ہیں۔

خطوط سے زیرِ تحقیق شخصیت کے نفسیاتی مسائل سے آگاہی میسر آتی ہے۔ انسان اپنی خواہشات،

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

آرزوؤں، تمناؤں اور آدرشوں سے دوسرے انسان کو آگاہ کرتا ہے۔ آگاہی کا یہ عمل شعوری اور لاشعوری دونوں سطح کا حامل ہے۔ محقق کو بین السطور جا کر خط نگار کی نفسیات سے آگاہی حاصل کرنا ہوتی ہے۔ کسی شخصیت کے نفسیاتی مسائل سے آگاہی اس کے مکاتیب سے ہی ممکن ہے۔ ذاتی، نفسیاتی اور جذباتی حاکات سے ہی نہیں بلکہ خطوط سے شخصیات کے ادبی، سیاسی، تعلیمی، مذہبی اور سماجی تصورات ونظریات سے بھی آگاہی حاصل ہوتی ہے۔ خط نگار اپنے معاملات زندگی سے مکتوب الیہ کو آگاہ کرتا ہے۔ وہ معاملات، جذبات اور احساسات خط کا حصہ بنتے ہیں جن سے خط نگار یا تو خوش ہے یا انتہائی پریشان۔ وہ اپنی شخصیت کو کھول کر بیان کرتا ہے۔ ذہنی کیفیات جو اس لمحے ہوں کا بیان خط میں کیا جاتا ہے۔ اس طرح محقق کو خاص زبان ومکان میں لکھے گئے خط سے وہ معلومات میسر آتی ہیں جو اس وقت جب خط لکھا جا رہا تھا، خط نگار کو متاثر کر رہی تھیں۔ اس کے لیے خواجہ احمد فاروقی کا اقتباس ملاحظہ ہو:

> نفسیاتی اعتبار سے بھی خطوں کا مطالعہ دلچسپی سے خالی نہیں ہے جب ان کے لکھنے والے دوسروں کا ذکر کرتے ہیں تو خود ان کے ''خلوت کدہ ذات'' کا حجاب بھی اٹھ جاتا ہے اور اس ''حدیث دیگراں'' سے ''میرِ دلبراں'' بآسانی معلوم کیا جا سکتا ہے۔ خون گشتہ تمناؤں اور چھپی ہوئی آرزوؤں کا ذکر ان کے ذہن اور دماغ کے بہت سے گوشوں کو بے نقاب کر دیتا ہے اور اس طرح ان کے امیال وعواطف کے بہت سے سربستہ راز کھول جاتے ہیں۔ (۱۲)

خطوط کی ادبی تحقیق میں اہمیت کا مذکورہ بیان اس بات کو واضح کرتا ہے کہ مکاتیب صرف ادبی تحقیق تک ہی نہیں بلکہ سیاسی، سماجی اور تاریخی لحاظ سے بھی اہمیت کے حامل ہیں کسی موضوع سے تعلق رکھنے والے محقق ان سے صرف نظر نہیں کر سکتا۔ آخر میں مکتوبات کے حوالے سے چند بنیادی اور ضروری باتیں کرنا ناگزیر ہیں۔ وہ ہیں ''خط کے مسائل'' جن کو مدنظر رکھنا محقق کے لیے لازم ہے۔ ان مسائل کی نوعیت دو طرح کی ہے۔ اول ہاتھ سے لکھے گئے خطوط کی تدوین دوم مصنف کا حقائق کو چھپانا یا جانب دار ہو کر رہ جانا ہے۔ اس کی تیسری نوعیت خطوط کی کثیر الاشاعت سے پیدا ہونے والی کمپوزنگ یا پروف کی شعوری یا لاشعوری اغلاط کو درست کرنا ہے۔

بنیادی طور پر خط ''ہاتھ سے لکھی ہوئی تحریر'' ہے۔ تدوین کرتے ہوئے محقق کو تمام خطوط تک رسائی حاصل کرنا ہوتی ہے۔ پہلا مسئلہ تو کسی شخصیت کے مکاتیب کی جمع آوری کرنا ہے۔ مکتوب نگار کے مکاتیب اس کے پاس نہیں ہوتے بلکہ وہ مکتوب الیہ کے پاس ہوتے ہیں۔ اس لیے مدون کو مکتوب نگار سے رجوع کرنے کے بجائے مکتوب الیہ کی طرف رجوع کرنا پڑتا ہے اور عین ممکن ہے مکتوب الیہ غیر معروف شخص ہو اور اس کے پاس خطوط

محفوظ ہی نہ ہوں۔ پھر ایک شخصیت کے تعلقات زیادہ لوگوں کے ساتھ ہوتے ہیں اس لیے اس شخصیت کے خطوط کے سراغ لگانے کے لیے مختلف لوگوں سے رابطہ کرنا پڑتا ہے۔ عین ممکن ہے کہ اس شخصیت کے سارے خطوط میسر نہ آئیں۔ دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ لوگ دوسروں کے نام سے خط منسوب کر دیتے ہیں جو یا تو ترمیم شدہ ہوتے ہیں یا اضافہ شدہ یا بالکل نئے سرے سے لکھے گئے ہوتے ہیں۔ مدوّن کو اس بات کا خیال رکھنا بھی ضروری ہے پھر خطوط میسر آنے کے بعد مدوّن کو ان کی قرأت مشکل میں ڈالتی ہے۔ کیوں کہ خط نگار کا اپنا خاص ''طرزِ تحریر'' ہوتا ہے۔ مدوّن کو داخلی شواہد مثلاً جملے کی ساخت اور مکتوب نگار کے خط سے اندازہ لگا کر لفظ کو دریافت کرنا پڑتا ہے۔ یوں خط نگار کا املا اور جعلی خطوط کو جاننا مدوّن کے لیے ضروری ہے۔ مدوّن اس دور کے رسم الخط سے آگاہ ہو۔ خطوط کی بہترین تدوین کے لیے حواشی اور تعلیقات کا بہتر انتظام کرنا ناگزیر ہے، جہاں اسے شک ہو وہ اس کی تفصیل ضرور درج کرے۔ اگر کہیں قیاسی تصحیح کرنا پڑ جائے تو بھی اس کا ذکر کرے۔ مدوّن شخصیت کے جملہ مکاتیب کو مدنظر رکھ کر اس کے طرزِ تحریر، اس کی لفظیات، اس کے خط آغاز و انجام کرنے کے طریقے تخاطب کے انداز اور اسلوبِ بیان سے واقفیت اختیار کرے۔ خط کی تدوین کرتے ہوئے مدوّن کو خط کے آخر میں خط نگار کے ''دستخط'' سے آگاہ ہونا چاہیے۔ بعض دفعہ ایک ہی خط نگار اپنے مختلف خطوط میں مختلف ''دستخط'' ضبط میں لاتا ہے۔

مکاتیب کے لیے کہا گیا ہے کہ یہ شخصیت کے آئینہ دار ہوتے ہیں اور مکتوب نگار کے احساسات، جذبات، تفکرات، تعلقات، تعصّبات، احساسات اور مسائل و مشکلات کا بیان ہوتے ہیں۔ اس کے خطوط کی ممکنہ جہتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے زیرک اور عمیق نظر محقق کو مکاتیب پر کلی طور پر انحصار نہیں کرنا چاہیے۔ خصوصاً جب سے خطوط کی اشاعت کا سلسلہ شروع ہوا ہے تب سے مکاتیب سے وہ عنصر جاتا رہا ہے، جو آزادانہ رائے کا غیر جانب دارانہ اظہار سے منسوب تھا۔ اس لیے کہ خط نگار رسمی یا غیر رسمی دونوں سطح پر مکتوب الیہ سے اپنے تعلق کو مدنظر رکھ کر اظہار کرتا ہے۔ اظہار و ابلاغ کے اس عمل میں بہت سے باتیں بیان ہونے سے رہ جاتی ہیں یا بین السطور چلی جاتی ہیں۔ خود مکتوب نگار حقائق کو مسخ کر سکتا ہے، ان کو چھپا سکتا ہے یا انھیں تبدیل کر سکتا ہے۔ لہٰذا دیگر ماخذات کی مدد سے اور خارجی و داخلی شواہد کی مدد سے محقق کو جانچ پرکھ کر لینی چاہیے۔ اس کے بعد مکاتیب پر انحصار کر کے کوئی واضح حتمی رائے قائم کرنے کی سعی کی جائے۔

ادبی تحقیق میں مکاتیب کی ضرورت و اہمیت، اس کی موضوعاتی جہات اور خطوط کے مسائل سے آگاہی کے بعد ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ ادبی محقق ہو یا ادبی سوانح نگار یا سماجی و تاریخی محقق، اسے مکاتیب کو بطور ماخذ استعمال میں لانے سے قبل کی مکمل تصدیق کر لینا ضروری ہے کہ آیا جس خط کو تحقیق کا حصہ بنایا جا رہا ہے کیا اسی شخص کا ہے

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

جس سے منسوب ہے، کیا اس میں ترمیم تو نہیں، کیا یہ جعلی تو نہیں وغیرہ۔ اس لیے ہماری دانست میں مکاتیب کو سب سے پہلے تدوین کیا جائے اس کے بعد محققین انھیں بطور وسیلہ تحقیق استعمال میں لائیں بصورت دیگر حقائق کے دب جانے کے خدشات زیادہ ہیں۔ وہی خط ماخذ کے طور پر قابل قبول ہوگا جو تدوین کے عمل سے گزر کر محقق کے سامنے آئے گا۔

حواشی

۱۔ گیان چند جین، ''تحقیق کا فن'' (اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۲۰۱۲ء)،ص ۱۳

۲۔ ڈاکٹر محمد سرفراز احمد، ''مکتوب نگاری: فنی، فکری مباحثہ اور روایت''، مشمولہ ''خط نگاری: مباحث، روایت اور اہمیت''، مرتبہ سیّد جاوید اقبال، (حیدر آباد، قصر الادب، ۲۰۱۵)،ص ۱۲۳

۳۔ عظمت حیات، ''مکتوب نگاری: تفہیم، تاریخ اور دائرہ کار''، ایضاً،ص ۱۳۱

۴۔ سید نصرت بخاری، ''مکتوب نگاری اور تحقیق میں اس کی اہمیت''، ایضاً،ص ۱۷۴

۵۔ ڈاکٹر نسرین ممتاز بصیر، ''خط کا مفہوم: تعریف اور مکتوب نگاری کی روایت''، ایضاً،ص ۳۶

۶۔ ڈاکٹر معین الدین عقیل، ''تدوین مکاتیب: تقاضے اور اصول''، ایضاً،ص ۱۵۸

۷۔ ڈاکٹر نسرین ممتاز بصیر، محولۂ بالا،ص ۴۰، ۴۱

۸۔ شاداب تبسم، ''اردو مکتوب نگاری (سر سیّد اور ان کے رفقا کے خصوصی حوالے سے)''، (دہلی: مکتبہ جامعہ، ۲۰۱۲ء)،ص ۳۷۹

۹۔ خواجہ احمد فاروقی، ''مکتوبات اردو کا ادبی و تاریخی ارتقا''، (نئی دہلی: قومی کونسل برائے فروغِ اردو زبان، ۲۰۱۳ء)،ص ۲

۱۰۔ ڈاکٹر نسرین ممتاز بصیر، محولۂ بالا،ص ۲۹

۱۱۔ شاداب تبسم، محولۂ بالا،ص ۴۰۸

۱۲۔ خواجہ احمد فاروقی، محولۂ بالا،ص ۲، ۳

مآخِذ

۱۔ احمد فاروقی، خواجہ، ''مکتوبات اردو کا ادبی و تاریخی ارتقا''، نئی دہلی: قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، ۲۰۱۳ء

۲۔ جاوید اقبال، سیّد، ''خط نگاری مباحث، روایت اور اہمیت''، حیدر آباد: قصر الادب، ۲۰۱۵ء

۳۔ جین، گیان چند، ''تحقیق کا فن''، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۲۰۱۲ء

۴۔ انجم، خلیق، ''غالب کے خطوط (جلد اول)''، نئی دہلی: غالب انسٹی ٹیوٹ، ۲۰۰۰ء

۵۔ تبسم، شاداب، ''اردو مکتوب نگاری (سر سید اور ان کے رفقا کے خصوصی حوالے سے)''، دہلی: مکتبہ جامعہ، ۲۰۱۲ء

۶۔ رؤف، محمد، ڈاکٹر، ''اردو میں منظوم خطوط نگاری''، فیصل آباد: شہزاد سنز پبلی کیشنز، ۲۰۱۸ء

۷۔ احمد، نذیر، پروفیسر، ''غالب کی مکتوب نگاری''، نئی دہلی: غالب انسٹی ٹیوٹ، ۲۰۰۳ء